قرآن کی دعوت کا مخاطب—قلب

نگہت حسین °

اللہ رب العزت کی نازل کردہ عظیم الشان کتاب اور اس کی دعوت وحکمت کا موضوع انسان ہے۔ دعوتِ دین کے لیے سرگرداں افراد کا محور ومرکز بھی انسانوں تک اس دعوت کو پہنچانا ہے۔ دعوتِ دین کے داعی کی حیثیت سے انسان کیا ہے؟ اور قرآن انسان کو کس حیثیت میں بیان کرتا ہے؟ یہ سمجھنا بہت ضروری ہے۔

انسانی شخصیت یوں تو بہت پیچیدہ ہے لیکن اس کے دو نمایاں پہلو انسان کی پوری ذات پر حکمرانی کرتے ہیں۔ انسان دراصل ذہن وقلب کا مجموعہ ہے اور ہمارے اعمال پر قلب وذہن ہی کا اثر ہوتا ہے۔ انسان کے ذہن میں طرح طرح کے خیالات جنم لیتے ہیں اور مختلف جذبات دل میں طوفاں بپا کیے رکھتے ہیں۔ ہر خیال کسی نئے جذبے اور ہر جذبہ کسی نئے خیال میں تبدیل ہوتا رہتا ہے۔ جذبوں اور خیالات کے اس حسین مجموعے کا نام انسان ہے۔ دیکھا جائے تو جذبات وخیالات کے اس امتزاج ہی نے دنیا میں بڑے بڑے انقلاب بپا کیے ہیں۔

دل ودماغ کی یہ ہم آہنگی انسان کو ایک نئی قوت عطا کرتی ہے۔ قرآن کا مطالعہ کیا جائے تو یہ بات واضح ہوتی ہے کہ قرآن میں انسانی دل کو جو اہمیت ومقام حاصل ہے، وہ دماغ کو نہیں، اور اگر ہم مغربی طرزفکر کا مطالعہ کریں تو وہ انسانی شخصیت کو صرف دماغ کی نظر سے تولتی ہے۔ نظریات کا یہ فرق جہاں سوچ وفکر کے زاویے تبدیل کرتا ہے وہاں اس کے اعمال واخلاق میں بھی تبدیلی رونما کرتا ہے جس کا مظاہرہ پورا مغربی معاشرہ کر رہا ہے۔

° ناظم آباد، کراچی

یہاں ہم ایک داعی کی حیثیت سے اس دل کو دیکھیں گے جس کو قرآن بارہا مختلف انداز میں مخاطب کرتا ہے اور انسانی شخصیت کا مرکز بھی قرار دیتا ہے۔ دل کیا ہے؟ قرآن کبھی اس دل کو فواد کے نام سے مخاطب کرتا ہے اور کہیں قلب کے نام سے۔ قرآن کے مطابق دل محض گوشت کے ایک لوتھڑے کا نام نہیں جس کا کام جسم میں خون کی فراہمی ہے بلکہ قرآن دل کے لیے نہایت وسیع مفہوم رکھتا ہے۔ ''وہ اللہ ہی ہے جس نے تمھیں سننے اور دیکھنے کی قوتیں اور سوچنے کو دل دیے'' (مومنون ۲۳:۷۸)۔ قرآن کی یہ آیت دل کو سوچنے سمجھنے والا قلب قرار دیتی ہے۔

سورۂ سجدہ میں ہے کہ ''اور تم کو کان دیے، آنکھیں دیں اور دل دیے'' (۳۲:۹) یعنی سمع، بصر اور فواد۔ یہاں انسانی دل کو فواد کا نام دیا گیا ہے۔ گویا ایسا دل جو اصل میں ذہن کا کام کرتا ہے، حواس کے ذریعے حاصل کردہ معلومات کو مرتب کر کے ان میں سے نتائج نکالتا ہے اور کوئی ایک راہ کا انتخاب کر کے اس پر چلنے کا فیصلہ کرتا ہے۔ جبھی اقبال کہتے ہیں ؎

دلِ بینا بھی کر خدا سے طلب
آنکھ کا نور، دل کا نور نہیں

سائنس و ٹکنالوجی کے اس تیز رفتار دور میں انسان کو جس مادیت کی قید میں جکڑ کر رکھ دیا ہے، اس انسان کے لیے دل محض ایک خون فراہم کرنے کا ذریعہ ہے۔ یہی وجہ ہے کہ آج ہمیں انسان کم اور انسان نما مشینیں زیادہ نظر آتی ہیں۔ ایسی ہی مشینوں کے لیے اقبال نے کہا تھا ؎

ہے دل کے لیے موت مشینوں کی حکومت
احساسِ مروت کو کچل دیتے ہیں آلات

آج انسان اپنے احساسات و اخلاق کو پس پشت ڈال کر جس مادی ترقی کا دعویٰ کرتا ہے اس ترقی نے ایک نئی ذلت و اخلاقی بربادی سے روشناس کرا کر ہر اس احساس کو کچل دیا ہے جو انسانیت کی پہچان ہے۔ قرآن جگہ جگہ انسان کے دل کو مخاطب کر کے اس احساس کو بیدار کرتا ہے۔ خود قرآن کے لیے اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ''یہ وہ چیز ہے جو دلوں کے امراض کی شفا ہے'' (یونس ۱۰:۵۷)۔ حدیث نبویؐ کے مطابق ابتدا میں گناہ سے دل پر ایک سیاہ دھبہ لگتا ہے اور مسلسل گناہوں سے بڑھتے بڑھتے پورا دل سیاہ ہو جاتا ہے۔ دلوں کا زنگ بھی صرف قرآن ہی سے اترتا ہے۔ انقلاب

بھی دراصل دلوں کو تبدیل کرنے ہی کا نام ہے۔ حضور اکرمؐ کا بے مثال انقلاب انسانی دلوں کی تبدیلی سے شروع ہوا تھا جس نے سوچ کے زاویے تبدیل کر دیے تھے، نفع ونقصان سے لے کر کامیابی وناکامی کے معیار تک کو نئے معنوں سے روشناس کر دیا۔ وہ دل جو کفر کے کلمۂ خبیثہ کی وجہ سے سخت اور بنجر تھے ایمان کے بیج کی حرارت سے نرم وگداز ہوگئے۔ دعوت وعزیمت کی راہوں میں عقل سے کام لینے والے کامیاب نہیں ہوتے بلکہ اس راہ پر دل کی حکومت ہے۔ عقل کے تقاضے تو کچھ اور ہیں۔ اس کے ترازو میں تو اللہ کا کلمہ بلند کرنے والے ازل سے بے وقوف ثابت ہوئے ہیں۔ یہ تو عشق کی منزلیں ہیں جو ابراہیمؑ کو آتشِ نمرود میں کود جانے کا مشورہ دیتی ہیں، آج اُمت مسلمہ کے ان خوابیدہ دلوں کی بیداری جس نے پوری اُمت کو ذلت وپستی میں گرا دیا ہے، ہر اس داعی کی ذمہ داری ہے جس نے اپنے آپ کو اس کٹھن راہ کے لیے پیش کر دیا ہے ؎

محکوم کا دل مُردہ و افسردہ و نومید
آزاد کا دل زندہ و پُرسوز و طرب ناک

دلوں کی ان بدلتی کیفیات کو سمجھنا اور حکمت کے ساتھ دعوت کا سلیقہ دراصل نبی کریمؐ کی سنت ہے کیونکہ دل میں پیدا ہونے والے جذبات ہی دراصل ہمارے ہر عمل کا محرک ہیں۔ امید، خوف، غم اور خوشی جیسے جذبات دل ہی میں اُبھرتے ہیں۔ اسی لیے قرآن کہیں خوف دلا کر اور کہیں امید دلا کر اپنی دعوت پہنچاتا ہے۔ یہی خوف تقویٰ کے حصول کا ذریعہ بھی بنتا ہے اور کہیں ابلیس کے ہاتھوں انسان کو مایوسی میں بھی پہنچا دیتا ہے۔ اسی طرح امید شکر گزاری کی کیفیت بھی پیدا کرتی ہے اور حد سے بڑھ جائے تو غفلت بھی۔

ہم دعوت کے کام کے اتنے عادی ہو چکے ہیں کہ اکثر اوقات یہ کام بھی ایک مشینی انداز میں ڈیوٹی کی طرح کرتے ہیں۔ لوگوں کی مطلوبہ تعداد رپورٹ فارم، اجتماعات، ملاقاتیں سب کچھ ہو رہا ہوتا ہے لیکن ہمارے قلوب میں تبدیلی واقع نہیں ہوتی۔ ہمارے مخاطب ہمارے الفاظ سن کر دماغ میں تو محفوظ کر لیتے ہیں لیکن پیغام دلوں میں جذب نہیں ہوتا۔ سننے والوں کی جانب سے قابل ترین مدرسین ومقررین کی فرمایش تو پوری ہو رہی ہوتی ہے لیکن دلوں کی دنیا ویسی ہی غیرآباد اور ویران رہ جاتی ہے۔ ایسا کیوں ہے؟ کہیں دعوت دین کا کام کرنے والے بھی مردہ دل تو نہیں

ہوگئے ہیں؟ کیونکہ زندہ دلی کا تقاضا تو کچھ اور ہے:

زندہ دل سے نہیں پوشیدہ ضمیرِ تقدیر   خواب میں دیکھتا ہے عالمِ نو کی تصویر
اور جب بانگِ اذاں کرتی ہے بیدار اسے   کرتا ہے خواب میں دیکھی ہوئی دنیا تعمیر
بدن اس تازہ جہاں کا ہے اسی کی کفِ خاک   روح اس تازہ جہاں کی ہے اسی کی تکبیر

دل کی اس قوت کا اندازہ صرف اسی وقت ہوسکتا ہے، جب کہ انسان کو قرآن کی نگاہ سے دیکھتے ہوئے رہنمائی لی جائے اور لوگوں کے جذبات و احساسات کو اللہ کے سپرد کرنے کی ترغیب پیدا کی جائے۔ قرآن انسانی قلب کو اپنے پیغام کا مرکز اس لیے قرار دیتا ہے کہ یہ کلام اللہ تعالیٰ نے قلب پر نازل کیا، دماغ پر نہیں۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ”اسے (قرآن کو) لے کر ترے دل پر امانت دار روح اُتری ہے“۔ (شعراء ۲۶:۱۹۴)

دعوتِ دین دراصل دلوں میں ایمان کا بیج بونے کی کوشش ہے جس کے لیے خاص دل درکار ہے۔ ایسے دلوں کی تیاری ہمارا اصل مقصد ہے، جن کے لیے دعوت کا سفر رپورٹ فارموں، ملاقاتوں اور اجتماعات کی حاضریوں سے شروع ہوکر مظاہروں پر ختم نہ ہوتا ہو، بلکہ یہ سفر ہجرت و جہاد کی منزل تک لے جانے کا سبب بنے۔ اگر ہم انھی مادی چیزوں، یعنی تنظیمی مجبوریوں کو دعوت سمجھ بیٹھے ہیں تو یاد رکھیں یہ منزل دماغ کی ذہانت کا استعمال کرتے ہوئے ہمیں بہترین کارکن و رکن تو ثابت کرسکتی ہیں لیکن عملِ صالح کی انتہا جہاد کا رستہ ان کا منتظر ہرگز نہیں ہوسکتا۔ ان مُردہ دلوں کے علاج کے لیے قرآن ہی سے رجوع کرنا پڑے گا۔ کیوں کہ قرآن کی دعوت کا مخاطب انسان کا دل ہے اور اس کی منزل جہاد ہے۔

حق کے پیغام کو قلب پر چھا جانے کی قلبی کیفیات کو چار مرحلوں میں بیان کیا جاسکتا ہے۔ ان میں سے ایک کیفیت حق کو جذب کرنے کی ہے، یعنی حق قلب میں ایسا رچ بس جائے کہ وہ قول و عمل کی دنیا میں نظر آئے (قرآن کا راستہ، خرم مراد)۔ کلام اللہ کو پڑھنے کا تقاضا بھی یہی ہے کہ قلب کو: حمد، شکر، حیرت، رعب، محبت اعتماد، صبر، امید و خوف، رنج و حسرت، تدبر و یاد دہانی، اطاعت و تسلیم و رضا کی تمام کیفیات سے گزرنے دیا جائے۔ جب تک یہ نہ ہوگا، تلاوت صرف ہونٹوں کی حرکت اور دعوت صرف رپورٹ فارموں کو بھرنے تک ہی محدود رہے گی۔